شعری مجموعہ 'یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'

یاس و حرماں کا نگار خانہ

ڈاکٹر محمد ذاکر

''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' شفق سوپوری کا تازہ شعری مجموعہ ہے جو حال ہی میں ۲۰۲۲ء میں منظر عام پر آیا۔ غزلوں پر مشتمل اس مجموعے میں شفق سوپوری اپنی زندگی کے اُن تمام مراحل کا احاطہ کرتے ہیں جو انہوں نے تنہائی، ہجر اور یاد کے تھ طے کیے ہیں۔ وہ تنہائی اور ہجر کی مختلف کیفیات کو ایک منفرد انداز میں شعر کے قالب میں ڈھالتے ہیں۔ اس مجموعے میں اُن کی شعری کائنات تنہائی، ہجر اور یاد سے تیار ہوتی نظر آتی ہے۔ شاعر بار بار ماضی کے دریچوں سے جھانک کر تنہائی اور یادوں کی تلخ اور بے رحم صورتوں کا نقشہ تیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' ان کی فکری جہتوں کا آئینہ دار ہے اور نئے دور کی مجموعی فکری روشوں کا ترجمان بھی۔ جہاں سب خواہشیں اور ارمان سینے میں دفن ہو کر رہ گئے، جنہیں شاعر نے اس خوبصورت انداز میں پیش کیا کہ قاری کو ان کا غم بعض مقامات پر انفرادی نہ ہو کر اجتماعی لگتا ہے۔ کہتے ہیں:

تم جسے شاعری سمجھتی ہو
یہ ترے غم زدہ کا نوحہ ہے
ہم سے پوچھو یہ کیا جھمیلا ہے
ہم نے مایوسیوں کو جھیلا ہے

''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' میں شفق فراقؔ کی طرح تلخ لہجہ اختیار کرتے نظر آتے ہیں جس میں ان کی شعری قواعد اور لفظیات کو بڑا دخل ہے۔اس طرح کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے وہ ہم عصر شعراء سے منفرد ہو جاتے ہیں۔اس سے ان کے کلام میں ایک طرح کی غیر مانوسیت پیدا ہوگئی ہے جو جدیدیت کے اثر سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔شفق سوپوری اپنی غزل کے خالق خود ہیں اور ان کے خیالات بھی اپنے ہیں۔لیکن انہوں نے کلاسیکی شاعری سے اثرات ضرور قبول کیے ہیں۔وہ کہتے ہیں:

آج پھر خواب کے کواڑوں پر
چاند بیٹھا ہے داستاں لے کر
اے میرے ہم زمانہ تیشہ زنو!
عشق شیشہ گروں کا پیشہ ہے

شفقؔ سوپوری کے اس شعری مجموعہ پر مزید بات کرنے سے پہلے بتاتا چلوں کہ غم پرست عموماً تین طرح کے ہوتے ہیں: اول وہ لوگ جن کا ذہن مستقل طور پر غم کی آماجگاہ نہیں بن پاتا۔جب ان پر برے حالات کا غم طاری ہوتا ہے تو انکے اعمال وافعال سے اضطراری کیفیت اور ربودگی ظاہر ہوتی ہے۔لیکن جب حالات کا بار اتر جاتا ہے تو وہ خوشی اور مسرت کے غلبے میں اس طرح آجاتے ہیں کہ اُن پر خود

فراموشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مسرت اور شادمانی عارضی بھی ہو سکتی ہیں۔ دوسرے لمحے میں جب ان پر غم والم کا غلبہ ہوتا ہے تو انہیں ہر روشن چیز تاریک نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ اس ناامیدی میں امید کی کرن بھی نمودار ہو سکتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنی غم پرستی کے اظہار میں تفاخر سے کام لیتے ہیں۔ خوشی اور اس کے مظاہر کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی ذہنیت سطحی اور اوچھی ہوتی ہے اور ان کی پسند و ناپسند میں گہرائی کے بدلے خودنمائی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ ہمارے نئے ادیبوں اور شاعروں میں اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ تیسری قسم ایسے غم پرستوں کی ہے جو غم کو عین حقیقت قرار دیتے ہیں اور مسرت کے وجود کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اس طرح کے مسلک کو اختیار کرنے کیلئے فلسفیانہ ذہن اور ژرف نگاہی کی ضرورت ہے۔ اردو شاعری میں جن لوگوں نے اسے اختیار کرنے کی کوشش کی ان میں اکثر تصنع کا شکار ہو گئے۔ اس کے برخلاف شفق سوپوری غم اور مسرت دونوں کے وجود کا اقرار کرتے ہیں لیکن ہجر اور تنہائی کے کرب کی آمیزش کے ساتھ۔ تین شعر ملاحظہ کیجیے:

ہجر کے گم شدہ ٹھکانوں سے
کچھ تو آئیں گے سارباں لے کر

کن پرندوں کو دے رہی ہیں صدا
میری تنہائیاں منڈیروں سے

ایسے بھیگے تھے وصل میں جیسے

ساری دنیا پہ ابر برسا تھا

حیات انسانی کا تجزیہ کیجیے تو یہی دو چیزیں مسرت اور غم ہر کیفیت میں کارفرما نظر آتی ہیں۔غم اور مسرت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح پیوست ہیں جیسے سکے کے دو رخ۔شفق سوپوری کے زیر نظر شعری مجموعہ ''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا غم کئی تصورات قائم کرتا ہے۔چوں کہ شفق ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔جس کا اظہار اس شعری مجموعے میں کئی صورتوں میں ملتا ہے۔کہیں ایس لگتا ہے کہ عشق کی ناکامیوں نے ان کی صدا کو افسردہ بنا دیا ہے تو کہیں ماحول کی ناسازگاری پر غم کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

عشق کی وارداتِ اول میں
گئی جان عزیز دلدل میں
باکمالوں کو ہائے ہائے شفق
عشق نے خاک پر بٹھایا ہے

شفق سوپوری کی شاعری میں غم، ہجر اور تنہائی کے کرب کا پلڑا خوشی کے بہ نسبت کہیں کہیں بھاری نظر آتا ہے:

میرے پیچھے بھٹکتا دیس بدیس
ہجر پرچھائیوں کا ٹولا ہے

شفق سوپوری کا غم شخصی اور سادہ ہے۔ایسا غم محبت کی ناکامیوں اور زندگی کی تلخیوں کے باعث فطرت انسانی کا حصہ بن جاتا ہے۔وہ غم کے اس تصور میں احساس کی شدت پیدا کر کے اسے غیر معمولی بنا دیتے ہیں۔البتہ کہیں کہیں اسی غم پر وہ

ایک عام انسان کی طرح تڑپتے اور نالہ وفریاد کرتے نظر آتے ہیں۔:

تم جسے شاعری سمجھتی ہو
یہ تیرے غم زدہ کا نوحہ ہے
ہجر غم کے مراقبے میں ابھی
جانے کس دشت میں اکیلا ہے

شفق سوپوری کا غم وجودی ہے۔لیکن زندگی کے بعض مسائل کے تئیں ان کے غم کے وجودی کیفیت کی انفرادی حیثیت برقرار نہیں رہتی ہے، بلکہ وہ احساسِ غم اور استقبالِ غم میں کئی وجودی فلسفیوں کے مماثل نظر آتے ہیں۔ ہر وجودی مفکر کے یہاں غم کے شدید احساس کا اعتراف نظر آجاتا ہے۔ان کے یہاں اظہار کی یہ صورت نظر آتی ہے:

ہجر اترے مرے درختوں پر
اور تنہائی تیرے گھر جائے
ہجر کے درد ناک ٹیلوں تک
آخری بار آکے مر جائیں

مندرجہ بالا اشعار میں شاعر کی تنہائی اور ہجر کی کیفیات وجودی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔شاعر جب ہجر کی کیفیت کو درختوں پر طاری ہوتے دیکھتے ہیں تو تنہائی کو گھر بھیجتے ہیں۔یوں درد اور غم کی کسک کا احساس وجودی بن جاتا ہے۔ دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں درد ناک ٹیلوں کی اصطلاح اس میں اور اضافہ کر دیتی ہے۔

شفق سوپوری کی شاعری تنہائی اور ہجر کی کیفیات کے ساتھ ساتھ فکری اور

جذباتی کیفیات کی بھی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ وہ اپنی شاعری میں پاکیزہ اور بلند جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کی پرورش جس ماحول اور جن سیاسی حالات میں ہوئی اس کا اثر ان کی شاعری پر واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ کہیں کہیں ہلکا سا روحانی اثر بھی دکھائی دیتا ہے۔

ہم فقیروں کے اک اشارے پر
تخت چھوڑے ہیں حکمرانوں نے

جب وہ دنیاداری سے آزردہ، اہلِ دنیا کے برتاؤ سے افسردہ اور امواج حوادث کے تلاطم سے مضطرب ہوتے ہیں تو یہ عزم ان کی تسکین کا آخری وسیلہ بنتا ہے:

اپنے حصے کا ہم جہاد کریں
اک صدا ہی لگا کے مر جائیں

شفق کے عشق پر مجاز کا رنگ زیادہ غالب نظر آتا ہے وہ اپنے محبوب سے شکوہ شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں یہ رنگ وادیِ کشمیر کے ماحول، کلچر اور ان کے داخلی جذبات کی پیداوار ہے۔ حسن وشباب اور وصل وہجر کے نغمے غزل کے خاص وصف ہیں۔ یہی چیزیں جب شفق کے یہاں تلاش کی جاتی ہیں تو ان میں کوئی بھی کیفیت مکمل نظر نہیں آتی۔ اگر وہ تنہائی کا ذکر کرتے ہیں تو وصل کی لذت سے محروم نظر آتے ہیں۔ جب ہجر کے کرب کو پیش کرتے ہیں تو فراق کے ہی احوال بیان کرتے ہیں۔ اور محبوب کی یاد میں گم ہو جاتے ہیں:

وہ تری یاد کے پرندے آج
اُڑ گئے میرا آسماں لے کر

یاد کر کس درخت کے نیچے
تو نے چھوڑا تھا مجھ کو جنگل میں

یہ نہ سوچا کہ چھوڑ جاؤ گی
تو میں جی لوں گا کس سہارے پر

شفق سوپوری ہجر، تنہائی اور یاد کے تمام لمحات کے ساتھ ساتھ اپنے کلام میں نزاکتِ خیال اور ندرت ادا کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔

مملکت شعر کی حسیں ہوگی
میں نہ ہوں گا مری زمیں ہوگی
میں نے اس کو سنبھالا ورنہ عشق
بھری دنیا میں بے سہارا تھا

''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' کی غزلوں سے لگتا ہے کہ ان کا عشق تجریدی یا خیالی نہیں ہے، وہ اس کے پیچ وخم سے گزرے ہیں اور اس کے نشیب وفراز سے واقف ہیں۔ وہ حسن کے ہاتھوں مجروح نظر آتے ہیں۔

پیر ومرشد کا یہ مقولہ ہے
حسن کے ہاتھ میں سنپولا ہے

درمیاں جسم اور سائے کے
فاصلہ کیوں بڑھا رہی ہے تو

جو تم نظر نہ آتے تو ہم اپنی آنکھ کو
تصویرِ گردِ گوشۂ سحرا ہی مانتے

شفق سوپوری غم اور ہجر کے اظہار میں کہیں بھی تخیل اور جذبے کے امتزاج کو فراموش نہیں کرتے ہیں۔جس کی وجہ سے ان کی شاعری کا جمالیاتی حسن برقرار رہا ہے۔ان کا ماننا ہے:

نظر آتی ہے جسم سے جاں، ہائے
ہجر نے کردیا ہے عریاں، ہائے
یاد کرتا ہے کن پرندوں کو
کھڑکیاں کھول کے زمستاں، ہائے

شفق سوپوری کی شاعری فکر اور جذبے کا بہترین امتزاج ہے۔ جذبات کی گرمی اور بیان کی شعریت تاثیر کا وہ طلسم سامنے لاتی ہے کہ آدمی مسحور ہو کر رہ جاتا ہے:

کون یہ لوگ ہیں جو ساتھ اپنے
لے کے پھرتے ہیں عالمِ ہو، ہائے

ہجر کے سرمئی دریچوں سے
آرہی ہیں صدائیں کوسوں سے

صارفیت کے اس دور میں انسان اپنی ذات کے خول میں بند ہو کر رہ گیا ہے۔انسان ایک عجیب طرح کی تنہائی کے کرب میں مبتلا نظر آتا ہے۔کسی کے پاس

وقت نہیں کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے کسی کے پاس بیٹھ کر اپنے دکھ درد بانٹ سکے۔ کسی کو اپنا ہم نوا بنا سکے۔ انسانی مصروفیات اور بے حسی کے اس عالم کو شعر کے قالب میں کچھ اس طرح ڈھالتے ہیں:

کس کے شانے پہ رکھ کے سر رو لیں
ہائے قحط الرّجال! مر جائیں

''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' کی ہر غزل میں تنہائی کا لفظ ضرور آیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے موصوف کو اپنی تنہائی کا شدید احساس ہے۔ اس تنہائی سے ان کے مزاج میں جو برہمی اور بے چینی پیدا ہوئی ہے وہ خود ان کے جذباتی ماحول کی دین ہے۔ چوں کہ ان کا تعلق اپنے خطے کی ایک ایسی نسل سے ہے جو بچپن سے اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی آ رہی ہے اور نجات کا راستہ صرف اپنے آپ سے وابستگی میں تلاش کرتی ہے۔

شامِ تنہائی! یاد کی سانکل
کس لیے کھڑ کھڑا رہی ہے تو

رو کے تنہائیاں لپٹتی ہیں
رات بھر یاد کے دو شالوں سے

شفق سوپوری اپنے حال سے برہم اور اپنے ماضی سے غیر مطمئن دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ پر آشوب ماحول تھا جو ہر حساس انسان پر اثر انداز ہوا ہے۔ اسی درد و کرب کو انھوں نے شعری پیکر عطا کیا ہے۔

شفق سوپوری کی شاعری معاشرے اور فرد کے رشتے کی جیتی جاگتی مثال قائم کرتی ہے۔ان کی شاعری میں عہد حاضر کے فرد کے مسائل کی طرف اشارے بھی موجود ہیں اور خود آگہی اور انسانی زندگی اور سوسائٹی کو خوبصورت اور بہتر بنانے کی آرزو بھی مضمر ہے۔بعض مقامات پر ہم شفق کو خواب اور رومان میں بھی گم پاتے ہیں تو بعض دفعہ وہ اپنی شخصیت اور ماحول کے مابین متصادم نظر آتے ہیں:

ہم ہی دریافت خود کو کر لیں گے
جانتے ہیں کہ ہم کہاں ہونگے

میں جنہیں کلفیاں سمجھ بیٹھا
وہ تیرے سینے کے غبار تھے

تجھ کو اک جسم کی ضرورت تھی
میں بھی تنہائیوں کا مارا تھا

عہد حاضر کے اکثر شعراء کے یہاں معاشرتی تجربے کی کمی محسوس کی جاتی ہیں لیکن شفق واحد ایسے شاعر ہیں جو اپنے اردگرد کے ماحول کو بڑی باریک بینی سے دیکھتے ہیں اور پھر شاعری میں برتتے ہیں۔یہ اشعار دیکھیے:

خس و خاشاک بدن شامِ قضا سے روشن
شمعِ انفاس ہو کیوں موجِ ہوا سے روشن

ٹھہر گئی ہے کہر سی فضائے مبہم میں
سحر کی دھند بھی ہے رات کا دھواں بھی ہے

شفق کی شاعری کلاسیکیت کی ایک نئی روایت قائم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ان کے الفاظ،تراکیب عام قاری کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتے۔وہ احساس کو

جس طریقے سے تجربہ میں ڈھالتے ہیں اس کی مثال وادی کے دیگر شعراء کے یہاں کم نظر آتی ہے۔شفق کی شاعری فن شاعری کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔یہ اشعار اس بات کا بین ثبوت ہیں۔

میں ہی سرخیلِ اسیرانِ فصیل ہجراں
والئی سلطنت دل زدگاں بھی میں ہوں

اترے ناقہ دل لے کر اور ڈوب گئے
دریا کوبھی صحرا سمجھا وحشت میں

نئی شاعری ایک طرح کا ذہنی دھندلکا ہے اسی لیے اس میں بات بات پر پرچھائیوں کا سا رقص اور خوابوں جیسی دھندلاہٹیں نظر آتی ہیں۔ہر شے غیر متعین اور ہر صورت غیر یقینی سی ہوکر رہ گئی ہے جو بیک وقت نئے شعور کی نمائندگی بھی کر رہی ہے اور پرانے شعور سے اس کا رشتہ پوری طرح ٹوٹتا ہوا بھی نظر نہیں آتا۔اسی دھوپ چھاؤں کے بدلاؤ کو شفق سوپوری کی شاعری میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔وہ بھی بدلتے ہوئے حالات اور ان کے اثرات کو ایک حساس دل کی طرح محسوس کرتے ہیں اور پھر شعر کے پیکر میں کچھ اس طرح ڈھالتے ہیں:

مشک برداروں سے الگ ہوکر
ہم گزرتے ہیں سلسبیلوں سے
راستے میں گریز کرتی ہیں
کتنی پرچھائیاں اجالوں سے

شفق سوپوری جن محرومیوں کو قبول کرتے ہیں اور انہیں زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں انہیں

بعض مقامات پر رد بھی کرتے ہیں اور کہیں پر موافقت کی راہ بھی اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ان کے یہاں تنہائی اور ہجر کے لمحات بڑھتے ہی جاتے ہیں لیکن وہ انہیں جذب کرنے کی بہترین صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔تنہائی اور ہجر کی تمام کیفیات ان میں تحلیل ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔وہ وقت کا ساتھ دینے کے بجائے ٹھراؤ کو پسند کرتے ہیں اور پرانی یادوں کو سمیٹ کر احساسات کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ان کا یہ انداز بالکل نرالا ہے جو انہیں دوسرے شعراء سے منفرد کر دیتا ہے۔نفسیاتی پرچھائیاں انہیں وقت کی وسعتوں میں بکھیر کر رکھ دیتی ہیں اور وہ خود کو سمیٹتے ہوئے نظر آتے ہیں:

سو گئی آنکھ گفتگو کرتے
برف کے خوابناک گالوں سے

شب کے عرشے سے بادبانوں کو
کیوں ہوائے سحر پکارتی ہے

''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' کا غائر مطالعہ کرنے پر شاعر کے ذہنی کرب ناکی کی معنی خیز انکشاف ذات کی تصویریں سامنے آتی ہیں:

کتنی دولت کما رہی ہے تو
خاک کتنی اڑا رہی ہے تو
واقعی خون تھوکتی ہے یا
سرخ کاغذ چبا رہی ہے تو
دور بستی سے اٹھ رہا ہے دھواں
چوٹیوں پر سلگ رہی رات

شفق سوپوری کی فکر و خیال کی دنیا کے کئی محرکات ہیں۔ جن کا ذکر اشارتاً اوپر آچکا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ یہاں کوئی کسی کا مسئلہ حل کرنے کو تیار نہیں ہے کیونکہ یہاں ہر فرد ذاتی مسائل سے دوچار ہے۔ یہاں ہر انسان کے اپنے مسائل اتنے ہیں کہ وہ دوسروں کے مسائل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر بھی شفق فرار کی راہ اختیار نہیں کرتے ہیں۔ وہ ان تمام چیزوں کو اپنی باطنی کائنات کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ وادی میں حالات کا دباؤ اور اقدار کا تناؤ ذہنی سطح اور زندگی کے انداز کو بدل کر رکھ دیتا ہے، اور یہ تبدیلی بھی ایسی ہے جو کسی بڑے انقلاب کا آئینہ نہیں قرار دی جاسکتی ہے۔ اسی ماحول سے پیدا ہونے والی خاموشی اور تنہائی کو جس معنوی سطح پر شفق نے اپنی شاعری میں برتا ہے وہ یقیناً نئے ذہن کی پیداوار ہے۔ انہوں نے اس چیز کو نہایت ہی سادہ اور پرکشش الفاظ میں پیش کیا ہے۔ شاعر کا سب سے بڑا کمال یہی ہوتا ہے کہ وہ قاری یا سامع کے ذہن کو نازک حدود تک لے جائے:

مر گئے درد کے حدی خواں، اب
ہم کہاں جائیں کارواں لے کر

میرے پیچھے بھٹکتا دیس بدیس
ہجر پرچھائیوں کا ٹولا ہے

ہوگئی ہے تتر بتر کیسے
دوستوں کی قطار تنہا ہوں

مجموعی طور ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ''یادوں کی اجنبی منڈیروں پر'' شفق سوپوری کی تنہائیوں، ہجر اور یادوں کا حسین البم ہے جس میں وہ عشق کی ناکامیوں اور محرومیوں کو جھیلتے نظر آتے ہیں۔ شفق وادیِ کشمیر کے واحد شاعر ہیں جنہوں نے اپنی باطنی دنیا کو شعری پیکر عطا کیا ہے۔ حالات واقعات سے خوفزدہ ہونے کے بجائے انہوں نے حالات کو اپنی شعری کائنات کے اجزاء کے طور پر برتا ہے۔

☆☆☆